آخری قسط

حضرت علامہ محمد انور شاہ کاشمیریؒ اور قادیانیت

پروفیسر خالد شبیر احمد

عموماً یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ دینِ اسلام میں شاعری کا کوئی جواز نہیں ہے۔ ایسا سمجھنا دین اسلام کے ذوقِ لطیف کی نفی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی صحابہ ایسے تھے جو شعر کہتے تھے۔ بلکہ یہ بات بھی ثابت ہے کہ آپ نے انھیں کئی شعروں پر داد دی اور اُن کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ اس پر سوال ابھرتا ہے کہ اگر دین اسلام میں شاعری شجرِ ممنوعہ ہے تو پھر آپ نے ایسا کیوں کیا اور اگر آپ نے یہ کیا ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ ایسی شاعری کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔ اس کے ساتھ یہ بات بھی درست ہے کہ اسلام میں ایسی شاعری کی سرے سے کوئی اجازت نہیں ہے جس کا سلسلہ محض فحش گوئی، ہیجان انگیزی اور حسن وعشق کی داستانوں تک ہی محدود ہو کے رہ جائے۔

حضرت علامہ انور شاہ کاشمیری رحمتہ اللہ علیہ کو فتنۂ قادیانیت کے فروغ اور اس کی شدت نے بے چین ومضطر کر دیا تھا۔ علامہ مولانا محمد یوسف بنوریؒ ''**نفحة العنبر فی هدی شیخ الانور**'' میں حضرت انور شاہ کاشمیری کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں:

''جب یہ تاریک فتنہ پھیلا تو مصیبتِ عظمیٰ سے غم اور اضطراب کی ایک ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ کسی کروٹ چین نہ آتا تھا۔ رات کی نیند حرام ہوگئی۔ مجھے قلق تھا کہ قادیانی نبوت سے دین میں ایسا رخنہ واقع ہوجائے گا جس کو بند کرنا دشوار ہوگا۔ اس قلق واضطراب اور بے چینی میں چھے ماہ گزر گئے تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں القاء کیا کہ عنقریب اس فتنہ کا شور وشغب ان شاءاللہ جاتا رہے گا اور اس کی قوت وشوکت ٹوٹ جائے گی۔ چنانچہ ایک طویل مدت کے بعد میرا اضطراب رفع ہوا اور سکونِ قلب نصیب ہوا۔'' (ص ۳۰۴، طبع جدید)

حضرت کاشمیریؒ نے اس اضطراب وبے چینی کا اظہار اپنے بعض اشعار میں بھی کیا ہے۔ ایک طویل عربی نظم جو ''الکفار الملحدین'' میں طبع ہوئی۔ اس میں قادیانی فتنہ کی شدت وگہرائی کی طرف امتِ مسلمہ کو متوجہ فرمایا۔ شعر کا ہر لفظ اپنے زورِ بیان سے آپ کے دلی کرب واضطراب کی ترجمانی کرتا ہے جس کے ساتھ ساتھ ان اشعار میں اُمتِ مسلمہ کے لیے قادیانیت کے خلاف کچھ کر گزرنے کا پیغام بھی موجود ہے۔ شعروں میں خاص خوبی یہ ہے کہ ایمان کی حرارت کو تیز تر کرتے ہوئے قادیانیت کے خلاف ایک جذبہ اور ولولہ پیدا کرتے ہیں۔ عربی عبارت کے لیے مولانا محمد یوسف لدھیانوی

کی کتاب ''تحفہ قادیانیت'' جلد دوم ملاحظہ فرمائیں:

اشعار کا اردو ترجمہ:

(۱) اے اللہ کے بندو! اٹھو اور ان فتنوں کے کس بل نکال دو۔ جو ہر جگہ چھا رہے ہیں اور جن کے برداشت کرنے کی تب و تاب نہیں رہی۔

(۲) ان فتنوں کی شدت سے ہدایت کے نشانات مٹا چاہتے ہیں۔ خیر و صلاح سمٹ رہی ہے اور پھر اس کے تدارک کی کوئی صورت نہیں بن پڑے گی۔

(۳) ایک اولوالعزم رسول (سیدنا عیسیٰ علیہ السلام) کو تمہارے سامنے گالیاں دی جا رہی ہیں۔ قریب ہے کہ قہر الٰہی سے زمین و آسمان پھٹ پڑیں۔

(۴) ایک نانہجار قوم (مرزائیوں) نے اپنے رب اور اُس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑائی چھیڑ رکھی ہے پس اللہ کی مدد کے بھروسے سے اٹھو کہ وہ بہت قریب ہے۔

(۵) حدود اللہ کو ٹوٹتے دیکھ کر صبر کا دامن میرے ہاتھ سے چھوٹ چکا ہے۔ پس کیا اس بھری دنیا میں کوئی حدود اللہ کے تحفظ کے لیے پکارنے والا یا میری دعوت پر لبیک کہنے والا ہے۔

(۶) جب مصیبت حدِ برداشت سے نکل گئی تب میں نے مدد کے لیے تمہارے دروازے پر دستخط دی۔
پس اے قوم! کیا کوئی فریادالیسی ہے جو آگے بڑھ کر میرے دکھ درد میں شریک ہو جائے۔

(۷) بخدا میں ان لوگوں کو جو خوابِ غفلت میں مست تھے، بیدار کر چکا ہوں اور ہر ایسے شخص کو جسے قدرت نے سننے کی صلاحیت دی ہے سنا چکا ہوں۔

(۸) اور میں قومِ مسلم کو ان کے رب کی جانب سے عائد شدہ فریضہ کے سلسلے میں پکار چکا ہوں۔ پس کیا اہل خانہ میں کوئی شخص میری مدد کو اُٹھے گا۔

(۹) سب کچھ چھوڑ کر اس فتنۂ عظمیٰ کے مقابلہ میں کمر بستہ ہو جاؤ۔ اس لیے کہ اس فتنہ کا نشانہ ہو جانے کے بعد اس کا استیصال ہر شخص پر فرضِ عین ہو گیا ہے۔

(۱۰) ہاں اُٹھو اور اپنے دین کی حفاظت کے لیے جان کی بازی لگا دو۔ اور جب تحفظِ دین کے لیے رب تعالیٰ کی طرف سے پکارا جا رہا ہے تو دیر کیوں کرتے ہو۔ اٹھو اور کمر ہمت چست کر کے باندھ لو، اس راستے میں تم پر رحمتوں پر رحمتیں نازل ہوں گی۔

(۱۱) انبیاء علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرنے والا کافر ہے اور جو شخص اس کے کفر میں شک کرے تو صاف کہہ دو کہ

یہ بھی پہلے کا دوسرا ہے۔

حضرتِ اقدس کے قلبِ اطہر پر جو اس فتنہ کی شدت کا اثر تھا۔ وہ ان اشعار سے نمایاں نظر آتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس فتنہ کے استیصال کے لیے مامور من اللہ ہیں اور اُن کی تمام صلاحیتیں اس پر لگی ہوئی تھیں کہ وہ قادیانیت کے قصرِ الحاد کو پھونک ڈالیں۔ حضرت امام العصرؒ نے قادیانی الحاد پر تابڑتوڑ حملے کیے اور اُن کے کفر وارتداد کو عالم آشکارا کرنے کے لیے قلم اٹھایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قادیانی قذاقوں کے سب سے بڑے حریف تھے۔ مرزا اور مرزائی گروہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جس دریدہ دہنی کا مظاہرہ کیا ہے، اس سے ایک باغیرت وحمیت مسلمان کا خون کھول جاتا ہے اور جو شخص اس کے بارے میں خاموش ہے یہی کہا جاسکتا ہے، یا تو وہ دین وایمان سے محروم ہے یا پھر اس کی غیرت وحمیت کو مصلحت کی دیمک چاٹ گئی ہے۔

ردّ قادیانیت میں آپ کی کتابیں:

حضرت امام العصرؒ نے قادیانیت کے تعاقب میں جو کارنامے انجام دیے، اُن کی تفصیل کے لیے مقالہ کافی نہیں۔ مختصر یہ کہ حضرت نے خود بھی ان تمام مسائل پر قلم اٹھایا جو اسلام اور قادیانیت کے درمیان زیر بحث تھے۔ مثلاً حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام پر تین کتابیں تالیف فرمائیں:

(۱) عقیدۃ الاسلام فی حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام

(۲) تحیۃ الاسلام فی حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام

(۳) التصریح بما تواتر فی نزول المسیح

یہ تینوں کتابیں اپنے رنگ میں بے نظیر ہیں۔ اس کے علاوہ ختم نبوت کے موضوع پر فارسی میں رسالہ ''خاتم النبیین'' تالیف فرمایا۔ جس کا اردو ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔ یہ رسالہ آیت ختم نبوت کی تفسیر میں دقیق معارف کا ذخیرہ ہے۔ ان تمام رسائل میں قادیانی دجل وفریب سے نقاب کشائی فرمائی اور قادیانیوں کے کفر وارتداد کو ثابت کرنے کے لیے ''الکفار الملحدین'' تالیف فرمایا۔

اپنے تلامذہ کو ترغیب:

حضرت شاہ صاحب کے تلامذہ میں مولانا سید بدرعالم میرٹھیؒ، مولانا مرتضٰی احسن چاند پوری، مولانا مناظر احسن گیلانی، مولانا محمد شفیع دیوبندی، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، مولانا منظور احمد نعمانیؒ، مولانا محمد یوسف بنوریؒ، مولانا محمد چراغ گوجرانوالہ اور دیگر بہت سی ایسی نابغہ شخصیتیں موجود تھیں جن کو شاہ صاحب نے ردّ مرزائیت پر مامور فرمایا۔ حضرت شاہ صاحبؒ اپنے تلامذہ سے عقیدۂ ختم

نبوت کے تحفظ اور ردّ قادیانیت کے لیے کام کرنے کا عہد لیتے تھے اور ارشاد فرماتے تھے کہ جو شخص قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامنِ شفاعت سے وابستہ ہونا چاہتا تھا۔ وہ قادیانی درندوں سے ناموسِ رسالت کو بچائے۔ ان حضرت نے شاہ صاحب کی وصیت کے مطابق ردّ قادیانیت کے تعاقب کو اپنی زندگی کا مشن بنالیا تھا۔

علامہ اقبالؒ اور ظفر علی خانؒ:

قادیانیت کا مذہبی و دینی سطح پر محاسبہ تو علمائے امت شروع سے کرتے آرہے تھے، لیکن جدید طبقہ میں قادیانیوں سے رواداری کا مرض سرایت کیے ہوئے تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ قادیانیوں کے خلاف جو کچھ مذہبی سٹیج سے کہا جارہا ہے وہ صرف ملاؤں کی افتادِ طبع کا نتیجہ ہے۔ حضرت امام العصرؒ نے قادیانیت کے خلاف جدید طبقہ تک اپنی آواز پہنچانے کے لیے مولانا ظفر علی خانؒ (ایڈیٹر ''زمیندار'') اور شاعرِ مشرق علامہ محمد اقبالؒ کو آمادہ کیا۔ مولانا سعید احمد اکبرآبادی لکھتے ہیں:

> ''باخبر حضرات جانتے ہیں کہ پنجاب کے خصوصاً اور ہندوستان کے عموماً انگریزی تعلیم یافتہ حضرات میں قادیانی فتنہ کی شرانگیزی اور اسلام کشی کا جو احساس پایا جاتا ہے۔ اس میں بڑا دخل علامہ محمد اقبال مرحوم کے اُس لیکچر کا ہے جو عقیدۂ ختم نبوت پر ہے اور ساتھ ہی اُس مقالہ کا ہے جو قادیانی تحریک کے خلاف انگریزی زبان میں شائع ہوا، لیکن یہ شاید کم لوگوں کو معلوم ہے کہ دونوں تحریروں کا اصل باعث حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحبؒ ہی تھے۔'' (بیس بڑے مسلمان، ص ۳۷۷)

علامہ اقبال نے اپنے خطبات و مقالات اور گفتگوئے مجالس میں قادیانیت کا فلسفی اور فلسفیاتی رنگ میں تجزیہ کیا جس سے جدید طبقہ کو یہ سمجھنے میں مدد ملی کہ قادیانیت کا پس منظر کیا ہے اور امتِ مسلمہ کے حق میں اس کے نتائج کس قدر مہلک ہوں گے۔ ڈاکٹر صاحب کے ان مقالات کا اردو ترجمہ ''حرفِ اقبال''، ''اقبال اور قادیانی''، ''اقبال اور قادیانیت'' ''ارمغانِ اقبال''، ''انوارِ اقبال'' اور دیگر کتب و رسائل میں ہو چکا ہے۔

مولانا ظفر علی خان مرحوم علی گڑھ کے گریجویٹ تھے مگر اکابر دیوبند سے تعلق اور وابستگی نے انھیں واقعی مولانا بنا دیا تھا۔ موصوف نے ۱۹۱۰ء سے ''زمیندار'' کی ادارت سنبھالی اور نازک ترین دور میں قادیانیت کے خلاف نبرد آزما ہوئے اور جب تک جسم میں توانائی رہی۔ وہ اس محاذ پر لڑتے رہے۔ آغا شورش کاشمیریؒ نے ''تحریک ختم نبوت'' کے صفحہ ۶۱ سے ۷۴ تک مولانا ظفر علی خان اس داستانِ وفا کی تفصیلات قلم بند کی ہیں۔ ۱۹۳۳ء کے ایک مقدمے کے ضمن میں ذکر کیا ہے:

> ''عدالت نے وہ نوٹس پڑھ کر سنایا جو اس مقدمے کی بنیاد تھا کہ تمہارے اور احمدی جماعت کے درمیان اختلاف ہے۔ تم نے اُن کے عقائد اور مذہبی پیشوا پر حملے کیے ہیں۔ جس سے نقصِ امن کا اندیشہ ہوگیا ہے۔ وجہ بیان کرو کہ تم سے کیوں نہ نیک چلنی کی ضمانت طلب کی

جائے۔ مولانا نے عدالت کو جواب دیتے ہوئے کہا:

”میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مسلمانوں کے ہاتھوں، مرزائیوں کو کسی قسم کا گزند نہ پہنچے گا۔ لیکن جہاں تک مرزا غلام احمد کا تعلق ہے۔ ہم اس کو ایک بار نہیں ہزار بار دجال کہیں گے۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم المرسلینی میں اپنی ناپاک نبوت کا پیوند لگا کر ناموسِ رسالت پر کھلم کھلا حملہ کیا ہے۔ اپنے اس عقیدے میں ایک منٹ کے کروڑویں حصے کے لیے بھی دست کش ہونے کو تیار نہیں اور مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ مرزا غلام احمد دجال تھا، دجال تھا، دجال تھا۔ میں اس سلسلے میں قانون انگریزی کا پابند نہیں ہوں۔ میں قانون محمدی کا پابند ہوں۔“

(تحریک ختم نبوت مؤلفہ آغا شورش کاشمیری مرحوم، ص ۶۸)

امیر شریعت کا خطاب:

حضرت امام العصر مولانا انور شاہ کاشمیریؒ ”تحریک ختم نبوت“ کو باقاعدہ منظم کرنے کے لیے خطیب الامت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو امیر شریعت مقرر فرمایا اور انجمن خدام الدین کے ایک عظیم الشان سالانہ اجلاس منعقدہ مارچ ۱۹۳۰ء اُن کے ہاتھ میں دے کر ہندوستان کے ممتاز ترین پانچ سو علمائے دین کی بیعت اُن کے ہاتھ پر کرائی۔ ظاہر بین نظریں یہ دیکھ رہی تھیں کہ دارالعلوم دیوبند کا صدر المدرسین حجۃ الاسلام علامہ محمد انور شاہ کاشمیری، امیر شریعت کے ہاتھ پر بیعت کر رہا ہے لیکن امیر شریعت کا تاثر یہ تھا کہ:

”آپ نہ سمجھیں کہ حضرت (انور شاہ صاحب) نے میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے بلکہ حضرت نے مجھے اپنی غلامی میں قبول فرمایا ہے۔ یہ کہہ کر شاہ جی زار و قطار رونے لگے اور اُن کا سارا جسم کانپنے لگا۔“ (حیاتِ امیر شریعت، مؤلفہ غلام نبی جانباز، ص ۱۵۵)

بہر حال یہ بحث تو اپنی جگہ ہے کہ امام العصر کشمیریؒ امیر شریعت کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے۔ یا پھر، امیر شریعت آپ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے۔ دراصل یہ بات تو طے ہے کہ انور شاہ کاشمیری، امیر شریعت سے قادیانیت کے استیصال کا عہد لے رہے تھے۔ اس کے بعد جو کچھ امیر شریعت اور اُن کی جماعت نے قادیانیت کے محاسبے کے سلسلے میں کیا یا پھر کر رہے ہیں اس پر ہم سب متفق ہیں کہ انور شاہ صاحب کی ہی باطنی توجہ اور اُن کی دعاؤں کا ہی صدقہ ہے۔

امام العصرؒ کی وفات کے بعد امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت تھانوی نے نہایت شفقت سے حالات سے سنے اور تشریف آوری کی غرض دریافت کی۔ شاہ جی

نے بے تکلفی سے کہا کہ حضرت علامہ مولانا انور شاہ صاحب کاشمیری ہمارے روحانی پیشوا تھے۔ انھوں نے ہمیں ردّ مرزائیت کے کام پر لگا دیا ہے۔ چنانچہ مجلس احرار اسلام کا شعبۂ تبلیغ اس کام کے لیے وقف ہے۔ حضرت کاشمیریؒ کے سانحۂ ارتحال کے بعد آپ سے دعا لینے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ حضرت حکیم الامت نے دریافت کیا کہ آپ کی جماعت کا رکن بننے کے لیے کیا کوئی شرط بھی ہے؟ عرض کیا: ایک روپیہ سالانہ رکنیت کی فیس ادا کر کے ہر مسلمان جماعت کا رکن بن سکتا ہے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو معلوم نہیں کہ زندگی کے کتنے دن باقی ہیں۔ تاہم مجھے پچیس سال کے لیے اپنی جماعت کا رکن بنا لیجیے اور اگر اس سے زیادہ جیتا رہا تو پھر رکنیت کی تجدید کرلوں گا۔ یہ کہہ کر پچیس روپے عطا فرمائے اور پچیس سال کے لیے رکنیت قبول فرمائی۔ (روایت: مولانا محمد علی جالندھریؒ)

بظاہر یہ ایک معمولی واقعہ سہی لیکن اس سے مسئلہ ختم نبوت کے ساتھ علمائے دیوبند کے غیر معمولی شغف کا اندازہ ہوتا ہے۔ حضرت امام العصر سید انور شاہ کاشمیری مجلس احرار اسلام کے غیر معمولی شغف کا اندازہ ہوتا ہے۔ حضرت امام العصر سید انور شاہ کاشمیری مجلس احرار اسلام کا رخ فتنۂ قادیانیت کی طرف موڑنے کے لیے سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو امیر شریعت کے منصب پر کھڑا کرتے ہیں اور خود بنفس نفیس ان کے ہاتھ پر بیعت کر کے ان پر کامل اعتماد کا اظہار کرتے ہیں۔ ادھر حکیم الامت تھانویؒ مجلس احرار اسلام کے تبلیغی شعبہ کی رکنیت قبول فرما کر گویا امیر شریعت کی اس جہاد میں قیادت کو قبول فرماتے ہیں۔

حضرت تھانویؒ جب تک حیات رہے، ان کی توجہ اور دعا اور ہر قسم کی اعانت مجاہدین ختم نبوت کے شامل حال رہی۔ ان کے وصال کے بعد قطب العالم حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری اس قافلے کے سالار بن گئے۔ احرارِ اسلام کے اکابر حضرت رائے پوریؒ کے حلقۂ ارادت سے منسلک اور حضرت رائے پوریؒ کی عنایات و توجہ سے مستفید ہوتے رہے۔ جن لوگوں کی حضرت کی صحبت میں بیٹھنے کا اتفاق ہوا ہے انھیں علم ہے کہ حضرت، قادیانی فتنے کے بارے میں کس قدر گہرا احساس رکھتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت مولانا انور شاہ کاشمیری کی نسبت حضرت رائے پوری کی طرف منتقل ہوگئی ہے۔ حضرت مجاہدین ختم نبوت کی سرپرستی فرماتے۔ ان کی مالی خدمت کرتے۔ انھیں مفید مشورے دیتے۔ ان کی کارگزاری کی باقاعدہ رپورٹ سنتے اور ان حضرات کی بے حد قدر اور حوصلہ افزائی کرتے۔

حضرت رائے پوری کے حکم سے مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''القادیانی والقادیانیہ'' عربی میں تالیف فرمائی اور پھر حضرت کے مکرر حکم سے اس کا اردو ترجمہ ''قادیانیت'' کے نام سے ہوا۔ دونوں کتابوں کا ایک ایک حرف حضرت نے سنا۔ مولانا ابراہیم سیالکوٹی کی کتاب ''شہادۃ القرآن'' کو بھی حرفاً حرفاً سن کر اس کی اشاعت کا حکم فرمایا۔

علمائے امت قادیانیت فتنے کا مقابلہ انفرادی طور پر اپنے اپنے رنگ میں کر رہے تھے۔ مگر علماء دیوبند نے

محسوس کیا کہ تحفظ ختم نبوت کے لیے مسلمانوں کو منظّم کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے لیے ایک ایسی مضبوط جماعت ہونی چاہیے جو ناموسِ رسالت کی خاطر کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہ کرے اور فتنہ قادیانیت کے استیصال کو اپنا مشن بنالے۔ اس کے لیے مولانا محمد انور شاہ کاشمیریؒ کی نظر انتخاب مجلس احرار اسلام پر پڑی اور فتنۂ قادیانیت کا منظّم مقابلہ کرنے کے لیے مجلس احرار اسلام کے قائد حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو امیر شریعت مقرر فرمایا۔

(تحفۂ قادیانیت، جلد دوم، مولانا محمد یوسف لدھیانوی، ص ۵۰ تا ۶۰، ملتان، ۱۹۹۶ء)

آخر میں اپنے اس مضمون کو ایک اور شہرۂ آفاق کتاب ''نقشِ دوام، حیات محدثِ کاشمیری'' کے درج ذیل اقتباس پر ختم کرتا ہوں۔ جس سے اسی عنوان کی مزید وضاحت ہوجائے گی۔

مجلس احرار اسلام کا قیام:

تصنیف وتالیف، تقریر وتحریر اور قادیانیت کے مقابلے کے لیے بعض افراد اور اشخاص کی خصوصی تربیت کے باوجود مرحوم (حضرت انور شاہ کاشمیریؒ) کی رائے تھی کہ اس فتنہ کی مکمل بیخ کنی کے لیے ایک ایسے مستقل ادارے کی ضرورت ہے جو اپنی تمام توانائیاں اور قوتِ کار قادیانیت کی تردید میں صرف کرے۔ اس کے لیے آپ نے بار بار جمعیت علمائے ہند کو بھی توجہ دلائی بلکہ کلکتہ جمعیت علماء کے اجلاس میں جب اس مسئلہ پر غور ہو رہا تھا کہ جمعیۃ العلماء کی رکنیت کے لیے خود اسلامی فرقوں میں سے کس کس کے لیے اجازت ہونی چاہیے۔ آپ (مولانا انور شاہ کاشمیریؒ) نے یہ سوال اٹھایا کہ پہلے قادیانیوں کے کفر اور ایمان کا فیصلہ ہونا چاہیے تاکہ ان کے لیے حقِ رکنیت یا عدم رکنیت کی بات طے ہوسکے لیکن ''جمعیۃ العلماء ہند'' نے ہندوستان کی آزادی کی تحریک میں جس سرگرمی سے حصہ لیا۔ دوسرے محاذ پر تندہی سے اس کے لیے (یعنی قادیانیت کے لیے) کام ممکن بھی نہیں تھا۔[۱]

پھر پنجاب جو اس فتنہ کی جائے پیدائش تھی۔ وہاں پر اس کے مقابلے کے لیے کسی ادارے کے قیام سب سے زیادہ ضروری تھا۔ پنجاب کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ قوتِ عمل جوش وخروش کی جن دولتوں سے نوازا ہے۔ اس کی بنیاد پر بھی بار بار آپ کی نظر پنجاب پر ہی اٹھتی تھی۔ انھیں وجوہ واسباب کے پیش نظر اپنے خصوصی تلامذہ و متعلقین کو ایک ادارہ کے قیام کی طرف متوجہ کیا۔ اسی زمانے میں قوم پرور مسلمانوں کا ایک عنصر کانگریس ورکنگ کمیٹی میں مسلم پنجاب کی نمائندگی کے سوال

---

[۱] ممکن تو تھا لیکن نہ ہوا کہ یہ تمغہ صرف مجلس احرار اسلام کے سینے پر ہی سجنا تھا کہ اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا۔ اس لیے انور شاہ صاحبؒ کی یہ تجویز درمیان میں ہی رہ گئی۔ اس کے لیے جو جواز پیش کیا گیا، وہ بھی محل نظر ہے کہ ہندوستان کی آزادی کے لیے مجلس احرار بھی فعال تھی اور کسی بھی دوسری جماعت سے زیادہ کام کر رہی تھی۔ نہ کہ صرف جمعیۃ العلماء ہند۔

پر ناراض ہوٹوٹا۔[۱] اور مجلس احرار اسلام کے نام سے جس ادارے کی تشکیل کی وہ حضرت شاہ صاحب کی تمناؤں کے مطابق تھی۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ، مولانا داؤد غزنویؒ، مولانا ظفر علی خانؒ، ان سب سے قادیانیت کے استیصال کے لیے جو کام کیا، وہ احرار کا تاریخ کا ایک جلی باب ہے۔

بخاری کی ساحرانہ خطابت نے ملک کو آتشیں فضا میں دھکیل دیا۔ شاہ صاحب نے انھیں امیر شریعت کا خطاب سے نواز کر قادیانیت کے مقابلے میں لا کھڑا کیا اور پھر جاننے والے جانتے ہیں کہ عطاء اللہ شاہ بخاری کی تگ وتاز سے قادیانیت کا قلعہ مسمار ہو گیا۔ ظفر علی خان کی ہنگامہ خیز شاعری نے مرزائے قادیان کی زندگی تلخ کر دی۔ اس طرح مجلس احرار سلام کی تعمیر میں قادیانیت کی تردید کا جو تخم ڈالا گیا تھا۔ وہ احرار کی پوری زندگی میں بروئے کار رہا۔ پاکستان بن جانے کے بعد بھی قادیانیت سے ایک بھرپور مقابلہ مجلس احرار نے ہی کیا۔ اگرچہ سر ظفر اللہ قادیانی کی سازشوں کے نتیجہ میں احرار کے سینکڑوں کارکن نہ صرف قید و بند کی صعوبتوں بلکہ گولیوں کا نشانہ بن گئے۔ آج بھی احرار کے بقیۃ السلف تحفظ ختم نبوت کے نام سے قادیانیت کے استیصال کو اپنا مقصدِ حیات بنائے ہوئے ہیں۔ قادیانیت کے خلاف بے پناہ کام کے اجلے عنوانات اس جماعت کا وہ کارنامہ ہے جس کی بنیاد پر یہ جماعت عنداللہ وعندالناس ان شاء اللہ تعالیٰ سرخرو رہے گی۔ ہزاروں رضا کار، سینکڑوں کارکن، سینکڑوں آتش نوا مقررین نے احرار کے پلیٹ فارم سے اٹھ کر ملک کو یہ شعور دیا کہ قادیانیت کفر کا دوسرا نام ہے۔ عوامی سطح پر اس شعور کی بالیدگی ''احرار'' کے بغیر ناممکن تھی اور اس میں بھی شک نہیں کہ خاص اس محاذ پر علامہ کشمیری احرار کی پرجوش قیادت فرما رہے تھے۔ اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ موصوف نے اس مقصد کے لیے احرار ہی کو اپنا مکتبہ فکر اور دائرۂ عمل بنایا۔'' (نقش دوام حیاتِ محدث کاشمیری، صفحہ ۱۹۷، ۱۹۸، ملتان، ۱۴۲۶ھ)

---

[۱] یہ بات بھی درست نہیں اس علیحدگی کی وجہ تاریخ احرار میں مفکرِ احرار چودھری افضل حقؒ نے بیان کر دی ہے۔ اُسے پڑھ کر اصل وجہ کا پتا لگایا جا سکتا ہے۔

الغازی مشینری سٹور
ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں
بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501